سیرتُ النبی ﷺ کا ایک اہم واقعہ

غزوۂ اَحزاب

پس منظر‘ واقعات‘ اسباب وعوامل اور نتائج واثرات

(منتخب اردو تفاسیر کی روشنی میں)

محمد انس حسان ☆

غزوۂ اَحزاب کی وجہ تسمیہ

اَحزاب‘ حِزب کی جمع ہے۔ عربی لغت کے لحاظ سے اس کے معنی طائفہ‘ گروہ یا جماعت کے ہیں۔ احزاب کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ ہر وہ قوم جس کے خیالات وافکار ایک ہوں اگرچہ آپس میں ملاقات نہ ہوئی ہو‘ اسے حزب کہتے ہیں[۱]۔ اس غزوہ کا دوسرا نام غزوۂ خندق بھی ہے۔ خندق‘ خنادق کا واحد ہے۔ اس کا معنی گڑھا یا کھوہ ہے[۲]۔ اس کو غزوۂ خندق کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس جنگ میں کفار سے دفاع کے لیے مدینہ منورہ کے اردگرد خندقیں کھودی گئی تھیں۔ یہ خندق صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے کھودی گئی تھی۔

چونکہ کفارِ مکہ اور قبائل یہود پہلی دفعہ اپنی مکمل جمعیت اور تمام گروہوں کے ساتھ اسلام کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے تھے اسی لیے اس کو غزوۂ احزاب یعنی مختلف گروہوں کی اتحادی پارٹی کے خلاف جنگ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس حوالہ سے سید قطب شہید لکھتے ہیں:

”اسے غزوۂ احزاب اور غزوۂ خندق کہتے ہیں جو وقوعِ ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال ہوا تھا۔“[۳]

قرآن مجید میں غزوۂ احزاب کا ذکر

قرآن مجید میں غزوۂ احزاب کے حوالے سے سورۃ الاحزاب کا نزول ہوا‘ جس کے پورے دو رکوع غزوۂ احزاب کے حالات و واقعات پر مشتمل ہیں۔ ان میں چند آیات درج ذیل ہیں:

(۱) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝﴾

”اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جو اُس نے تم پر کیا جب (حملہ آور ہو کر) آ گئے تھے تم پر (کفار کے) لشکر‘ پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ جو

☆ لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج جہانیاں

کچھ تم کر رہے تھے اُسے خوب دیکھ رہا تھا۔“

(۲) ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝﴾

”جب انہوں نے ہلہ بول دیا تھا تم پر تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے۔اس موقع پر خوب آزمالیا گیا ایمان والوں کو اور وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔“

(۳) ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝﴾

”اہل ایمان میں ایسے جواں مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔پس ان سے کچھ تو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعض (اس ساعت سعید کا) انتظار کر رہے ہیں۔(جنگ کے مہیب خطرات کے باوجود) ان کے رویے میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔“

(۴) ﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ﴾ (آیت ۲۵)

”اور (ناکام) لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درآں حال کہ وہ اپنے غصہ میں (پیچ وتاب کھا رہے) تھے‘ (اس لشکر کشی سے) انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا۔اور بچالیا اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو جنگ سے۔“

غزوۂ احزاب کا پس منظر

غزوۂ احزاب کا پس منظر بیان کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: جنگ اُحد (شوال ۳ ھ) میں نبی اکرم ﷺ کے مقرر کیے ہوئے تیر اندازوں کی غلطی سے لشکرِ اسلام کو جو شکست ہوئی تھی اس کی وجہ سے مشرکین عرب‘ یہود اور منافقین کی ہمتیں بہت بڑھ گئی تھیں اور انہیں امید بندھ چلی تھی کہ وہ اسلام کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ان بڑھتے ہوئے حوصلوں کا اندازہ ان واقعات سے ہوسکتا ہے جو احد کے بعد پہلے ہی سال میں پیش آئے۔(۴)

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: غزوۂ احزاب شوال ۵ ھ میں واقع ہوا......تقریباً دس ہزار کا ایک لشکر جرار مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔قریش کا لشکر ابوسفیان کی سرکردگی میں تھا اور غطفان و ہوازن‘ عیینہ بن حصن اور عامر بن طفیل کی قیادت میں نکلے‘ مزید برآں حُیَیّ بن اخطب نضری نے یہود بنی قریظہ کو بھی اس متحدہ محاذ میں شامل ہونے پر آمادہ کر لیا۔اگرچہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ معاہدۂ امن وصلح کر رکھا تھا‘ لیکن اس موقع کو انہوں نے غنیمت جانا اور معاہدے کی پروا نہ کی۔(۵)

پیر کرم شاہ الازہریؒ غزوۂ احزاب کا پس منظر کچھ اس انداز میں پیش فرماتے ہیں: مدینہ منورہ میں یہود کے دو مشہور قبیلے آباد تھے‘ بنی نضیر اور بنی قریظہ۔اگرچہ حضور پاک ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہنچتے ہی ان سے دوستی کا معاہدہ کر رکھا تھا‘ لیکن ان کے دلوں میں اسلام سے عداوت کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے......دوستی کے معاہدے کے باوجود بنی نضیر نے حضور پاک ﷺ کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی جس میں وہ بری طرح ناکام ہوئے۔

اس عہد شکنی اور غداری کے باعث حضور پاک ﷺ نے انہیں مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔(۶)

مفتی محمد شفیعؒ غزوۂ احزاب کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جس سال مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اس کے دوسرے ہی سال میں غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ تیسرے سال میں غزوۂ احد پیش آیا۔ چوتھے سال میں یہ غزوۂ احزاب واقع ہوا اور بعض روایات میں اس کو پانچویں سال کا واقعہ قرار دیا ہے۔(۷)

غزوۂ احزاب کے پس منظر کے حوالہ سے مفسّرین کے متفرق نکات درج ذیل ہیں:

(۱) مولانا مودودیؒ کے نزدیک غزوۂ احزاب کے پس منظر میں مشرکین عرب اور یہود کی وعدہ خلافیوں اور اسلام دشمنی کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہود تو اسلام دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کر لی تھی' تاکہ اسلام ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔(۸)

(۲) مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے مطابق یہ غزوہ ۵ ہجری میں ہوا تھا۔ اس میں کل دس ہزار کفار نے شرکت کی اور ان کی سربراہی ابوسفیان نے کی تھی' نیز قبیلہ بنوقریظہ جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ معاہدہ کا پابند تھا وہ بھی چپکے سے اس محاذ کا حصہ بن گیا تھا۔(۹)

(۳) پیر کرم شاہ الازہریؒ اس غزوہ کا محرک یہودی قبائل کو قرار دیتے ہیں(۱۰)۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اس غزوہ کی منصوبہ بندی میں یہودی قبائل نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش بھی کی۔

(۴) مفتی محمد شفیعؒ کے نزدیک یہ غزوہ دراصل غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے ساتھ ملا ہوا ہے اور دونوں غزوات پر نظر ہونے سے اس غزوہ کا پس منظر واضح ہوتا ہے۔ مفتی صاحب کے نزدیک یہ غزوہ مسلمانوں اور خود نبی کریم ﷺ کے لیے بڑا سخت تھا(۱۱)۔ اس کی وجہ وہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت مسلمان بالکل بے سروسامانی کی کیفیت میں تھے۔ اس کے برعکس اصحابِ احزاب اسلحہ سے لیس اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ آئے تھے(۱۲)۔ تاہم مسلمانوں کو صبر واستقامت کے باعث فتح نصیب ہوئی۔

غزوۂ احزاب کے واقعات

۱) مشرکین مکہ کی روانگی: رسول اللہ ﷺ کو کفار کے لشکر کی روانگی کی خبر بنوخزاعہ کے چند نوجوانوں نے دے دی تھی۔ آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے لشکر کفار کی اطلاع دی اور مشورہ طلب کیا۔ اس حوالہ سے پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بھی اپنے دشمنوں کے عزائم سے بے خبر نہیں تھا۔ مختلف قبائل میں حضور ﷺ کے جو غلام تھے انہوں نے ساری تفصیلات سے آگاہ کر دیا(۱۳)۔ مولانا مودودیؒ اس حوالہ سے فرماتے ہیں کہ یہ حملہ اگر اچانک ہوتا تو سخت تباہ کن ہوتا' لیکن نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں بے خبر بیٹھے ہوئے نہ تھے' بلکہ آپؐ کے خبر رساں اور تحریک اسلامی کے ہمدرد اور متاثرین جو تمام قبائل میں موجود تھے آپؐ کو دشمنوں کی نقل وحرکت سے برابر مطلع کرتے رہتے تھے' قبل اس کے کہ یہ جم غفیر آپ ﷺ کے شہر پہنچتا(۱۴)۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اس متحدہ محاذ کے حرکت میں آنے کی اطلاع ملی تو سب سے پہلا کلمہ جو زبانِ مبارک

پر آیا' یہ تھا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل یعنی ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی ہمارا بہترین کارساز ہے۔(۱۵)

۲) مسلمانوں کی مشاورت: جب رسول اللہ ﷺ کو کفار کے لشکر کشی کی خبر ملی تو آپؐ نے تمام مہاجرین اور انصار کو بلا کر مشورہ کیا کہ مدینہ کا دفاع کیسے کیا جائے؟ مختلف صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں اور اکثریت نے اس بات کی تائید کی کہ اپنا دفاع مدینہ منورہ کے اندر ہی رہ کر کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے کئی تدابیر سامنے آئیں' بالآخر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! ہم فارس والے اکثر جنگیں اپنے دفاع کے لیے لڑتے رہتے ہیں۔ میرے خیال میں اس وقت جو فضا اور اطلاعات کفار کے لشکر جرار کی ہیں اس کے لیے سب سے بہترین بات یہ ہے کہ مقابلہ مدینہ سے باہر کسی میدان میں کرنے کی بجائے مدینہ منورہ کے اندر ہی رہ کر کیا جائے اور اس کے لیے تمام غیر محفوظ مقامات پر خندقیں کھود دی جائیں اور پھر اندر محصور رہ کر کفار کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ اسی رائے کو سب صحابہؓ اور خود جناب رسول کریم ﷺ نے پسند فرمایا۔''(۱۶)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے مطابق نبی کریم ﷺ نے اس تجویز کو بہت پسند فرمایا اور شہر کی اس جانب جدھر سے چڑھائی کا خدشہ تھا خندق کھودنے کے لیے نشانات لگا دیے۔(۱۷)

مولانا مودودیؒ اس حوالہ سے رقمطراز ہیں:

''آپ ﷺ نے چھ دن کے اندر مدینہ کے شمال غربی رخ پر ایک خندق کھدوالی اور کوہ سلع کو پشت پر لے کر تین ہزار فوج کے ساتھ خندق کی پناہ میں مدافعت کے لیے تیار ہو گئے۔ مدینہ کے جنوب میں باغات اس کثرت سے تھے (اور اب بھی ہیں) کہ اس جانب سے کوئی حملہ اس پر نہ ہو سکتا تھا۔ مشرق میں حرّات (لاوے کی چٹانیں) ہیں جن پر سے کوئی اجتماعی فوج کشی آسانی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ یہی کیفیت مغربی جنوبی گوشے کی بھی ہے۔ اس لیے حملہ صرف اُحد کے مشرقی اور مغربی گوشوں سے ہو سکتا تھا۔''(۱۸)

اس ضمن میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

''مہاجرین و انصار کے اہلِ حل وعقد کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا۔ اگرچہ صاحبِ وحی کو درحقیقت مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی' وہ براہ راست حق تعالیٰ کے اِذن و اجازت سے کام کرتے ہیں' مگر مشورے میں دو فائدے تھے: ایک اُمت کے لیے مشورہ کی سنت جاری کرنا' دوسرے قلوبِ مؤمنین میں باہمی ربط و اتحاد کی تجدید اور تعاون و تناصر کا جذبہ بیدار کرنا۔''(۱۹)

۳) خندق کی کھدائی: حضور ﷺ نے پہاڑ کے قریب اپنا خیمہ لگا دیا۔ پھر آپؐ نے خندق کی کھدائی کے نشانات لگا کر اسے منقسم کر دیا۔ ہر دس آدمیوں کے حصہ میں چالیس گز خندق کی کھدائی آئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود آپ ﷺ بھی خندق کھودنے کے کام میں مصروف ہو گئے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے کے مطابق مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے جو تدبیر اختیار کی گئی کہ خندق کے ذریعے اپنی اور اپنے شہر کی حفاظت کی جائے' اس بارے میں پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''حضرت سلمان (فارسیؓ) نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ!...... مدینہ طیبہ کے اردگرد خندق کھود دی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے اس تجویز کو بہت پسند فرمایا اور شہر کے اس جانب جدھر سے چڑھائی کا خدشہ تھا'

خندق کھودنے کے لیے نشانات لگا دیے گئے۔ ہر دس آدمی کو چالیس گز خندق کھودنے کا فریضہ سونپا گیا۔ خندق کھودنے کے کام میں سب مسلمان شریک تھے' کوئی مستثنیٰ نہ تھا۔ فخر دو جہاں' سرورِ کون و مکان اپنے دست مبارک میں کُدال لیے اپنے غلاموں کے دوش بدوش خندق کھودنے میں مصروف تھے اور مٹی اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ شکم مبارک کے بال مٹی سے اَٹ گئے تھے اور جلد مبارک دکھائی نہیں دیتی تھی۔''(۲۰)

مولانا مودودی کے مطابق اہل عرب اس جنگی تدبیر سے واقف ہی نہیں تھے کہ ہمیں خندق کا سامنا ہو سکتا ہے جو عبور کرنا ہمارے لیے مسئلہ بن جائے گا۔ اور اوپر سے سخت سردی کا موسم' انہوں نے اس کا سامنا بھی کرنا تھا۔(۲۱)

مفتی محمد شفیع صاحب کے مطابق اس خندق کے نشانات خود رسول اللہ ﷺ نے لگائے کہ کہاں سے شروع کی جائے اور کس جگہ اس کو ختم کرنا ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب فرماتے ہیں:

''اس خندق کی کل لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی۔ چوڑائی اور گہرائی کی صحیح مقدار کسی روایت سے معلوم نہیں ہوئی' لیکن یہ ظاہر ہے کہ چوڑائی اور گہرائی بھی خاصی ہوگی جس کو عبور کرنا دشمن کے لیے آسان نہ ہو۔''(۲۲)

۴) خندق کی کھدائی میں پیش آنے والے واقعات:

(الف) خندق کی کھدائی کے دوران ایک چٹان کھدائی میں رکاوٹ بن گئی۔ مسلمانوں نے اسے توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن یہ چٹان اپنی جگہ سے نہ ہلی اور جوں کی توں قائم رہی۔ اس پر مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کو سارا واقعہ بتایا تو آپؐ نے بنفس نفیس خود اس کو توڑا۔ اس سارے واقعہ کو پیر محمد کرم شاہ الازہری نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کے ذیل میں درج کیا ہے۔

''عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ میں' سلمان' حذیفہ' نعمان بن مقرن المزنی اور چھ انصاری اپنے حصہ کی چالیس گز خندق کھود رہے تھے تو اتفاق سے ایک چٹان آ گئی۔ ہم نے سارا زور لگایا۔ بڑے جتن کیے لیکن وہ نہ ٹوٹی۔ میں نے حضرت سلمانؓ سے کہا کہ آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کریں' تاکہ جو ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے۔ حضرت سلمانؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور چٹان کے متعلق گزارش کی کہ ہمارے بازو شل ہو گئے ہیں' ہماری کدالیں کند ہو گئی ہیں' لیکن وہ ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی۔ یہ سن کر حضور ﷺ خود اٹھے اور اس جگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت سلمانؓ کے ہاتھ سے گینتی پکڑی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ضرب لگائی۔ اس سے اتنی روشنی پیدا ہوئی جیسے کسی نے گھپ اندھیرے میں اچانک چراغ جلا دیا ہو اور اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر الگ جا گرا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **((اللہ اکبر اعطیتُ مفاتیح الشام))** ''مجھے ملکِ شام کی کنجیاں دے دی گئیں''۔ دوسری مرتبہ پھر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ضرب لگائی' پھر اسی طرح روشنی نمودار ہوئی اور دوسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **((اعطیتُ مفاتیح فارس))** ''مجھے ملکِ ایران کی کنجیاں بخش دی گئیں''۔ تیسری مرتبہ چوٹ لگائی' باقی ماندہ چٹان بھی ریزہ ریزہ ہو گئی اور حضور ﷺ نے فرمایا: **((اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الیمن))** ''مجھے یمن کی کنجیاں مرحمت کر دی گئیں''۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی ضربوں سے نہ صرف اس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا' بلکہ دنیا کی دو بڑی عالمی طاقتوں روم اور ایران کے سنگین قلعوں کو بھی

ہلا کر رکھ دیا اور ان ممالک کی فتح کی نوید بھی اپنے غلاموں کو سنا دی۔''(۲۳)

یہ تو واقعہ کی وہ تفصیل ہے جسے مفسر ''ضیاء القرآن'' نے بیان کیا ہے' لیکن مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نے پہلی ضرب لگائی تو یہ آیت پڑھی: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ (یعنی پوری ہوگئی نعمت آپ کے رب کی سچائی کے ساتھ) جبکہ دوسری ضرب کے دوران آپ ﷺ نے آیت مذکورہ کو آخر تک پڑھا۔(۲۴)

مفسر ضیاء القرآن کے مطابق فتوحات کی یہ بشارتیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پوری ہوئیں اور یوں آپ ﷺ کا وعدہ مکمل ہوا۔(۲۵) مولانا مودودیؒ نے اپنی تفسیر میں اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔

(ب) خندق کی کھدائی کے دوران جو دوسرا مشہور واقعہ پیش آیا وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوتِ طعام میں نبی کریم ﷺ کا ایک کھلا ہوا معجزہ کہلاتا ہے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ دورانِ کھدائی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر یوں محسوس کیا کہ بھوک کی وجہ سے آپ متاثر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ گھر جا کر اپنی اہلیہ سے کہا کہ حضور پاک پر بھوک کا اثر مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس لیے اگر گھر میں کچھ ہے تو پکا لو۔ اس پر آپ کی اہلیہ نے جواب دیا ایک صاع بھر جو رکھے ہیں میں انہیں پیس کر آٹا بناتی ہوں۔ حضرت جابرؓ نے گھر میں موجود ایک بکری کے بچے کو ذبح کیا اور کھانا تیار کر کے نبی کریم ﷺ کے لیے لے چلے۔ اس پر اہلیہ نے پکار کر کہا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بہت مجمع ہوگا اس لیے آپ انہیں علیحدہ بلا کر دعوت دیجیے گا۔ ایسا نہ ہو بھرے مجمع میں' میں رسوا ہو جاؤں۔ حضرت جابرؓ نے ساری صورتحال گوش گزار کر دی اور اصل حقیقت اور کھانے کی مقدار بھی بتا دی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ اس پر مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے یوں روشنی ڈالی ہے:

> ''خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے روٹی اور سالن سب کو دینے اور کھلانے کا اہتمام فرمایا اور پورے مجمع نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ سب مجمع کے فارغ ہونے کے بعد بھی نہ ہماری ہنڈیا میں سے کچھ گوشت کم نظر آتا تھا اور نہ گوندھے ہوئے آٹے میں کوئی کمی معلوم ہوتی تھی۔ ہم سب گھر والوں نے بھی شکم سیر ہو کر کھایا۔ باقی پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا۔''(۲۶)

باقی تینوں مفسرین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان نہیں کیا ہے۔

۵) منافقین کا کردار: غزوۂ احزاب کے موقع پر جب مسلمانوں پر آزمائش اور ابتلاء کا ایک کٹھن مرحلہ آ پہنچا تھا' اس موقع پر منافقین نے اپنے منفی کردار کے ذریعے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس موقع پر جبکہ مسلمان انتہائی مشکل میں گھرے ہوئے تھے' منافقین میں سے بعض نے یہ پھبتی کسی کہ ہم سے وعدے تو قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے کیے جاتے ہیں' لیکن حالت یہ ہے کہ ہم قضائے حاجت کے لیے باہر تک نہیں جا سکتے۔ اس واقعہ کو سورۃ الاحزاب میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫﴾

''اور اُس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور اُس کے رسولؐ نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لیے۔''

اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے مفسّرِ تدبّرِ قرآن لکھتے ہیں:

''جو منافق اور اسلام کے خلاف بغض و عناد رکھنے والے تھے' انہوں نے مسلمانوں کا حوصلہ پست کرنے کے لیے' ان کے اندر یہ پھیلانا شروع کر دیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے جو وعدے کیے وہ سب محض فریب ثابت ہوئے۔ روایات میں اس گروہ کے بعض اشرار کی یہ پھبتی بھی نقل ہوئی ہے کہ ''محمد (ﷺ) تو ہمیں یہ اطمینان دلا رہے تھے کہ ہم کسریٰ و قیصر کے خزانوں پر قبضہ کریں گے اور یہاں حال یہ ہے کہ گھر سے قضائے حاجت کے لیے نکلنا ناممکن ہو رہا ہے۔''(۲۷)

مولانا مزید لکھتے ہیں:

''غور کیجیے کہ ایک طرف دشمنوں کا ہر سمت سے شہر کا محاصرہ اور دوسری طرف منافقین کا مسلمانوں کے اندر یہ زہریلا پروپیگنڈا! اسی صورتِ حال کو قرآن نے اُبْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔''(۲۸)

منافقین کی ایک منفی سرگرمی یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ قرآن مجید نے اس پر یوں تبصرہ کیا:

﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾﴾ (الاحزاب)

''اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی ان میں سے ایک جماعت: اے یثرب والو! تمہارے لیے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں' (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو)۔ اور اجازت مانگنے لگا ان میں سے ایک گروہ نبی کریم (ﷺ) سے یہ کہہ کر کہ (حضورؐ) ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں' حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے' اس بہانہ سازی سے ان کا ارادہ محض (میدانِ جنگ سے) فرار تھا۔''

مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ لکھتے ہیں کہ منافقین کی سرگرمیاں مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلانے تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ وہ تو انہیں یہ مشورے بھی دینے لگے تھے کہ جان کی ضرورت ہے تو میدان چھوڑ کر چپکے سے گھر واپس چلے جاؤ(۲۹)۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے مطابق گھروں کو لوٹ چلنے کا مشورہ اوس بن قیظی نے دیا تھا(۳۰)۔ ان کے مطابق بعضے لوگ (ان منافقوں میں) نبی ﷺ سے (اپنے گھر واپس جانے کی) اجازت مانگتے تھے' کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں (یعنی صرف عورتیں' بچے رہ گئے' دیواریں قابل اطمینان نہیں' کہیں چور نہ آ گھسیں)۔ یہ قول ابو عرابہ اور دوسرے بنی حارثہ کا تھا۔(۳۱)

منافقین کو دراصل کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ اندرونِ خانہ وہ یہود کے ساتھ ساز باز کر چکے تھے اور محض مسلمانوں کی طاقت میں رخنہ ڈالنے کے لیے اس طرح بے سروپا باتیں پھیلا رہے تھے۔ اسی کو مولانا مودودیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب آیت ۱۴ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''اگر شہر میں داخل ہو کر فاتح کفار ان منافقین کو دعوت دیتے کہ آؤ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ختم کر دو (تو وہ ایسا ضرور کرتے)۔''(۳۲)

۶) **مدینہ کا محاصرہ:** اصحابِ احزاب جب مدینہ کے قریب پہنچے تو اپنے راستے میں ایک وسیع خندق کو حائل پایا۔

یہ بات ان کے لیے بالکل غیر متوقع تھی اور وہ اس صورت حال کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔ اس پر ابو سفیان نے طعنہ زنی کی کہ مقابلے کی بجائے عجیب قسم کے قلعوں میں گھس گئے ہو۔ اور بلند آواز سے پوچھا اے مسلمانو! تم نے یہ داؤ کہاں سے سیکھا ہے؟ اس پر آنحضرت ﷺ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز الہام کی ہے۔ (۳۳)

اس پر کفار نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس محاصرے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''دشمنوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ تقریباً ایک ماہ رہا' لیکن اس دوران میں سنگ باری اور تیر اندازی کے اِکا دُکا واقعات کے سوا دو بدو جنگ کی کوئی نوبت نہیں آئی۔ دشمن نے یہ اندازہ کر لیا کہ مسلمانوں نے مدافعت کی پوری تیاری کر رکھی ہے۔'' (۳۴)

مفسّر ضیاء القرآن اصحابِ احزاب کے لیے خندق کی غیر متوقع رکاوٹ پر متعجب ہونے پر یوں رقمطراز ہیں:

> ''انہوں نے جب اپنے سامنے اتنی چوڑی اور گہری خندق دیکھی تو حیرت زدہ ہو کر رہ گئے۔ ان کی جنگی منصوبہ بندی میں ایسی تدابیر کا سان گمان بھی نہ تھا۔ مجبوراً خندق کی دوسری طرف ہی انہوں نے اپنے خیمے نصب کر لیے اور مسلمانوں کو اپنے محاصرے میں لے لیا۔ اور حملے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔'' (۳۵)

غزوۂ احزاب میں اگر کفار کا گروہ اچانک حملہ آور ہوتا تو بہت نقصان ہوتا' لیکن نبی کریم ﷺ کی بصیرت سے مدینہ کے اردگرد خندق کی کھدائی نے کفار کو سخت متعجب کر دیا۔ چونکہ وہ اس طریق جنگ سے ناآشنا تھے اس لیے انہیں سخت صعوبت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس حوالہ سے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

> ''یہ چیز سرے سے کفار کے جنگی نقشے میں تھی ہی نہیں کہ انہیں مدینے کے باہر خندق سے سابقہ پیش آئے گا' کیونکہ اہل عرب اس طریقِ دفاع سے ناآشنا تھے۔ ناچار انہیں جاڑے کے زمانے میں ایک طویل محاصرے کے لیے تیار ہونا پڑا جس کے لیے وہ گھروں سے تیار ہو کر نہ آئے تھے۔'' (۳۶)

۷) بنو قریظہ کی بدعہدی: ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں یہود کے تین قبیلے بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ آباد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی ان کے ساتھ امن معاہدے کیے۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر تو پہلے ہی اپنی بدعہدی کی وجہ سے جلاوطنی اختیار کر چکے تھے۔ قبیلہ بنو نضیر کے سردار حُیَیّ بن اخطب کی ناپاک کوششوں سے احزاب نے مدینہ پر چڑھائی کا پروگرام بنایا تھا۔ اب ان سب کی کوشش یہ تھی کہ کسی طریقے سے بنو قریظہ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا جائے تاکہ مسلمانوں کا قلع قمع کیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بنو قریظہ کو اپنے ساتھ ملانے کا کام حیی بن اخطب کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ وہ احزاب کے پہنچنے سے پہلے بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس پہنچا تو اُس نے ملنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں مسلمانوں سے امن کا معاہدہ کر چکا ہوں' میں اس کو نہیں توڑ سکتا' تم واپس چلے جاؤ! تو حُیَیّ نے طعنہ دیا کہ کھانا نہ کھلانا پڑ جائے اس وجہ سے ملاقات نہیں کر رہا۔ اس پر کعب نے بخل کے الزام سے بچنے کے لیے دروازہ کھولا۔ تو جب یہ دونوں تنہا ہوئے تو حُیَیّ نے کعب سے یہ کہا:

> ''اے کعب! میں تمہارے پاس زمانے بھر کی عزت لے کر آیا ہوں...... اس موقع کو غنیمت جانو اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ ہم باہر سے حملہ کریں اور تم پشت کی طرف سے ہلہ بول دینا۔ کعب نے پہلے تو صاف صاف انکار کر دیا...... میں معاہدہ کو توڑنا نہیں چاہتا' لیکن حیی اس کو عہد شکنی پر برانگیختہ کرتا رہا یہاں

تک کہ وہ کامیاب ہو گیا اور کعب نے آخر کار مسلمانوں سے دوستی کے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ دیا اور حُییّ اور لشکر کفار کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کر دی۔'' (۳۷)

حضور پاک ﷺ کو بھی اس معاملہ کی خبر مل گئی کہ بنی قریظہ بھی عہد شکنی پر تُل گئے ہیں تو آپؐ نے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو چند دوسرے لوگوں کے ساتھ بھیجا کہ تم بنی قریظہ سے بات کرو اور انہیں سمجھاؤ۔ جب یہ حضرات وہاں پہنچے تو وہاں کے حالات ہی مختلف تھے۔ بنی قریظہ جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ وہاں ان کے درمیان تلخ کلامی بھی ہوئی۔ تو واپس آ کر انہوں نے اشارتاً آپ ﷺ کو بتا دیا کہ بنی قریظہ وعدہ خلافی کر چکا ہے، یعنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ احزاب میں کفار کا دس بارہ ہزار کا لشکر جنگی ساز و سامان سے لیس تھا۔ ان کے مقابلے میں تین ہزار مسلمان بے سروسامان تھے۔ اس پر ایک اضافہ یہ بھی ہو گیا کہ بنی قریظہ جس کا مسلمانوں سے امن معاہدہ تھا اس کو بھی کفار اپنے ساتھ شامل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ذمہ داری حُییّ بن اخطب کے ذمہ تھی۔ تو مفتی صاحب اسی حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ:

''(حُییّ نے) بنی قریظہ کو وہ سبز باغ دکھائے کہ بالآخر کعب اس کی باتوں میں آ گیا اور احزاب میں شرکت کا وعدہ کر لیا اور کعب نے جب اپنے قبیلہ کے دوسرے سرداروں کو یہ بات بتلائی تو سب نے یک زباں ہو کر کہا کہ تم نے غضب کیا کہ مسلمانوں سے بلاوجہ عہد شکنی کی اور ان کے ساتھ لگ کر اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا۔ کعب بھی ان کی بات سے متاثر ہوا اور اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کیا مگر اب بات اس کے قبضے سے نکل چکی تھی۔'' (۳۸)

کفار کا لشکرِ جرار مدینہ کے اردگرد خندق دیکھ کر مبہوت ہو گیا تو اب ان کے لیے صرف ایک تدبیر باقی تھی کہ وہ کسی طریقے سے بنی قریظہ کو اپنے ساتھ ملا لیتے اور مسلمانوں پر دونوں طرف سے یکبارگی حملہ کرتے۔ اس ناپاک سازش کے لیے حُییّ بن اخطب کو چنا گیا کہ انہیں مسلمانوں سے امن معاہدہ توڑ کر جنگ میں شامل ہونے پر آمادہ کرے۔ اس واقعہ کو مولانا مودودیؒ یوں بیان کرتے ہیں:

''ابتداءً انہوں نے اس سے انکار کیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارا محمد (ﷺ) سے معاہدہ ہے اور آج تک کبھی ہمیں ان سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی ہے...... (لیکن) یہودی ذہن کی اسلام دشمنی اخلاق کے پاس ولحاظ پر غالب آ گئی اور بنی قریظہ عہد توڑنے پر آمادہ ہو گئے۔'' (۳۹)

بنی قریظہ کی عہد شکنی کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

﴿وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾﴾ (الاحزاب)

''اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کفار کی امداد کی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔ اور اس

نے وارث بنا دیا تمہیں ان کی زمینوں‘ ان کے مکانوں اور ان کے مال و متاع کا‘ اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔“

اس آیت کریمہ کے ضمن میں مولانا اصلاحی بنوقریظہ کی بدعہدی کا حال یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

”جب حُیَیّ بن اخطب نے یہ پٹی پڑھائی کہ میں تمہی لوگوں کی خاطر تو سارے عرب کو اکٹھا کر کے مدینہ پر چڑھا لایا ہوں‘ اگر تمہی نے اس مہم میں ساتھ نہ دیا تو پھر میری اس تمام دوڑ دھوپ کا حاصل کیا! مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دینے کا یہ آخری موقع ہے‘ اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پچھتاؤ گے اور اس پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ حیی بن اخطب کا یہ جادو کارگر ہو گیا اور بنوقریظہ بھی معاہدہ توڑ کر حملہ آوروں میں شامل ہو گئے۔“(۴۰)

۸) کُفّار کا خندق پار کر کے حملہ کی کوشش: مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کی وجہ سے کفار کھل کر حملہ نہ کر سکتے تھے‘ باہر کھڑے ہو کر پیچ و تاب کھاتے رہتے تھے۔ ایک دن کفار کے چند جوان ایک جگہ کچھ تنگ دیکھ کر اندر داخل ہو گئے۔ ان میں عکرمہ بن ابی جہل‘ عمرو بن عبدوُدّ‘ عامر بن لوی‘ ہبیرہ بن ابی وہب‘ نوفل بن عبداللہ تھے۔ اندر جا کر مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا کہ:

”آج لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ! تم کو آج معلوم ہو جائے گا کہ کون جوان مرد ہے۔“(۴۱)

ان کے مقابلے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔ پہلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ پھر انہوں نے تیسری بار جب مقابلے کے لیے آواز دی تو حضرت علیؓ مقابلے میں آئے۔ اس کو پیر کرم شاہ الازہریؒ یوں بیان فرماتے ہیں کہ عبدوُدّ عرب کا مشہور شہسوار اور جنگجو تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آیا اور یوں مکالمہ ہوا:

”آپؓ نے فرمایا: میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر لے۔ اس نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں...... علیؓ کی تلوار صاعقہ بن کر چمکی‘ اس کے فولادی جسم کو اور اس کی زرہ کو چیرتی ہوئی دشمنِ خدا کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی زمین پر آ رکی...... یہی وہ ضربِ حیدری ہے جس نے کفر کے چھکے چھڑا دیے اور ان کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔“(۴۲)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ لشکر کفار خندق کی وجہ سے بوکھلاہٹ کا شکار تھا‘ تو ایک دن انہوں نے سوچا کہ کسی بھی طریقے سے آج زوردار حملے کرو اور خندق کے اندر داخل ہو کر مسلمانوں کو ختم کر دو۔ وہ اس غرض سے خندق کے اردگرد چکر لگانے لگے اور اندر داخل ہونے کی کوشش کی اور مسلمانوں نے خوب جوابی حملہ کیا۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”ایک روز مقابل کفار نے یہ طے کیا کہ سب مل کر یک بارگی حملہ کرو اور کسی طرح خندق کو عبور کر کے آگے پہنچو۔ یہ طے کر کے بڑی بے جگری سے مسلمانوں کے مقابلے میں آ گئے اور سخت تیر اندازی کی۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو دن بھر ایسا مشغول رہنا پڑا کہ نماز کے لیے بھی ذرا سی مہلت نہ ملی۔ چار نمازیں عشاء کے وقت میں پڑھی گئیں۔“(۴۳)

۹) بنی غطفان سے صلح: جب مدینہ کا محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک پہنچ گیا‘ سردی کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا‘ خورد و نوش کی کمی ہو رہی تھی۔ اِدھر بنی قریظہ نے صلح نامہ کو ختم کر دیا‘ اُدھر باہر سے کفار کی مسلسل تیراندازی جاری

تھی۔ نبی کریم ﷺ کے دل میں خیال آیا کہ کسی طریقے سے کفار کے لشکر میں پھوٹ ڈالی جائے اور یہ تتر بتر ہو جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بنی غطفان کی طرف پیغام بھجوایا کہ ہم مدینہ کی فصل کا ایک ثُلث تمہیں دیں گے اگر تم اپنی تمام جمعیت کے ساتھ واپس چلے جاؤ! (کیونکہ وہ بنی نضیر کے ساتھ بھی اس معاہدے کے تحت آئے تھے کہ وہ خیبر کی نصف فصل دیں گے) تو وہ اس پر آمادہ بھی ہو گئے۔ لیکن پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو صحابہؓ نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو ٹھیک ہے' اگر آپؐ کا مشورہ ہے تو پھر بھی ٹھیک ہے' لیکن اگر آپؐ صرف ہماری تکلیف کو دیکھ کر یہ فیصلہ فرما رہے ہیں تو ہم ان سے جنگ کریں گے' لیکن کھجور کا دانہ بھی خراج کے طور پر نہیں دیں گے۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ:

''حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم جس وقت بتوں کو پوجتے تھے' اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانتے تھے' نہ اُس کی عبادت کرتے تھے' اُس وقت اُن لوگوں کو ہمارے شہر کے پھل میں سے ایک دانہ کی طمع رکھنے کی ہمت نہیں تھی...... ہمیں ان کی مصالحت کی کوئی حاجت نہیں' ہم تو ان کو تلوار کے سوا کچھ نہیں دیں گے۔''(۴۴)

مولانا مودودیؒ اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

(انصار کے سرداروں سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے کہا) اگر آپؐ ہماری خاطر یہ معاہدہ کر رہے ہیں تو اسے ختم کر دیجیے۔ یہ قبیلے ہم سے اُس وقت بھی ایک حبہ خراج کے طور پر کبھی نہ لے سکے تھے جب ہم مشرک تھے' اور اب تو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانے کا شرف ہمیں حاصل ہے۔ کیا اب یہ ہم سے خراج لیں گے؟ ہمارے اور ان کے درمیان اب صرف تلوار ہے یہاں تک کہ اللہ ہمارا اور ان کا فیصلہ کر دے۔''(۴۵)

پیر کرم شاہ الازہریؒ اس حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''انہوں نے عرض کی: اے ہمارے آقا! اگر یہ معاہدہ حضورؐ کو پسند ہے اور خوشی کا باعث ہے تو ہمیں منظور ہے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو بھی ہمیں مجالِ انکار نہیں۔ اگر حضورؐ محض ہماری سلامتی کے پیش نظر یہ معاہدہ کر رہے ہیں تو پھر ہم یہ معاہدہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔''(۴۶)

اس گفتگو کو سن کر حضور اکرم ﷺ خوش ہو گئے کہ ہمارے صحابہ کرامؓ میں کتنا ایمانی جذبہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ اور بنو غطفان کے سردار عینیہ بن حصن پر رعب طاری ہو گیا کہ مسلمان اتنی پریشانی کے عالم میں بھی زبردست ایمانی طاقت رکھتے ہیں۔

۱۰) کفار کی پسپائی: مدینہ کا محاصرہ جب ایک ماہ تک پہنچ گیا تو بنی غطفان کا ایک شخص نعیم بن مسعود مسلمان ہو کر آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں آ گیا اور عرض کی کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میرے قبیلے والوں کو اور کسی کو اس کا علم نہیں تو میں آپ کی کیا مدد کروں۔ اس نے کہا کہ میں حیلہ اور تدبیر کے ذریعہ کفار میں پھوٹ ڈال سکتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((الحرب خدعة)) ''جنگ حیلہ اور تدبیر کا نام ہے''۔ تمہیں ہر قسم کی گفتگو کی اجازت ہے۔ تو نعیم سیدھا پہلے بنی قریظہ کے پاس گئے۔ ان کے آپس میں اچھے مراسم تھے۔ اُس نے کہا: بنو قریظہ والو! تم سے بڑی غلطی ہوئی ہے جو تم نے مسلمانوں سے معاہدہ توڑ دیا جب کہ تم اس علاقے کے باشندے ہو' تم نے

ادھر زندگیاں گزارنی ہیں۔ تو کیوں مسلمانوں سے دشمنی مول لیتے ہو؟ قریش اور باقی احزاب تو واپس چلے جائیں گے، تم کیا کرو گے؟ میرا مشورہ ہے کہ تم پہلے کفار کے کچھ لوگ یرغمال کے طور پر مانگ لو کہ تم ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ گے، بلکہ مسلمانوں کا کام تمام کر کے واپس جاؤ گے۔ تو یہ بات ان کے ذہن میں بیٹھ گئی۔ پھر نعیمؓ سیدھا قریش کے پاس گئے اور کہا بنی قریظہ مسلمانوں سے معاہدہ توڑ کر پریشان ہیں اور اب وہ مسلمانوں کو دوبارہ اعتبار دلوانے کے لیے آپ کے کچھ معزز لوگ یرغمال کے طور پر لے کر مسلمانوں کو دیں گے۔ اور یہ بھی کہا کہ یہ راز کی بات ہے، کسی کو پتا نہ چلے۔ اس کو مولانا مودودی یوں بیان کرتے ہیں:

''اس سے متحدہ محاذ کے لیڈر بنو قریظہ کی طرف سے کھٹک گئے اور انہوں نے قرظی سرداروں کو پیغام بھیجا کہ اس طویل محاصرے سے اب ہم تنگ آ گئے ہیں، اب ایک فیصلہ کن لڑائی ہو جانی چاہیے۔ کل تم اُدھر سے حملہ کرو اور ہم اِدھر سے یکبارگی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ بنی قریظہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ لوگ جب تک اپنے چند نمایاں آدمی یرغمال کے طور پر ہمارے حوالے نہ کر دیں ہم جنگ کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اس جواب سے متحدہ محاذ کے لیڈروں کو یقین آ گیا کہ نعیمؓ کی بات سچی تھی۔ انہوں نے یرغمال دینے سے انکار کر دیا اور اس سے بنی قریظہ نے سمجھ لیا کہ نعیمؓ نے ہم کو ٹھیک مشورہ دیا تھا۔ اس طرح یہ جنگی چال بہت کامیاب ثابت ہوئی اور اس نے دشمنوں کے کیمپ میں پھوٹ ڈال دی۔''(۴۷)

علامہ پیر کرم شاہ الازہری نے کفار کی پسپائی کی ایک وجہ قدرت کی تائید بھی لکھی ہے، کیونکہ محاصرہ کفار کو زیادہ کرنا پڑا۔ اب ان کے پاس خورد و نوش کا سامان ختم ہونے والا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''جاڑے کا موسم تھا۔ بلا کی سردی پڑ رہی تھی۔ سامانِ رسد بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا۔ یہود کے ساتھ تعلقات بھی ٹوٹ چکے تھے۔ حوصلے پست اور ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ ایک رات سخت آندھی آئی۔ ان کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں الٹ گئیں، گھوڑے رسے تڑا کر بھاگ نکلے، سارے لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی۔ وہ سمجھے کہ تند و تیز آندھی انہیں تباہ کر کے رکھ دے گی۔ ابوسفیان جو اس ساری شرارت کا سرغنہ تھا، اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا: یارو! میں تو جا رہا ہوں، تم بھی کوچ کرو۔''(۴۸)

جب صبح مسلمان بیدار ہوئے تو دیکھا مدینہ کا مطلع بالکل صاف ہو چکا تھا۔ لشکر کفار کی جگہ کی طرف دیکھا تو وہاں ٹوٹی ہوئی طنابیں، الٹی ہوئی ہانڈیاں، بجھی ہوئی آگ اور بکھرے ہوئے سامان کے علاوہ کچھ نہ تھا تو اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

((لَنْ تَغْزُوْكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ))

''اب قریش کے لوگ تم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے۔ اب تم ان پر چڑھائی کرو گے۔''(۴۹)

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں پر شدت کی انتہا ہو گئی تو نبی کریم ﷺ نے اَحزابِ کفار کے لیے بددعا کی۔ مسلسل تین دن رات مسجد میں فتح کی دعا مانگی تو آپؐ کی دعا قبول ہو گئی۔ آپ ﷺ خوش ہوئے اور ساتھیوں کو بھی خوشی کی خبر سنائی۔ اس حوالہ سے مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''دشمنوں کی صفوں میں قبیلہ غطفان ایک بڑی طاقت تھی۔ حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ نے انہی میں سے ایک شخص نُعیم بن مسعودؓ کے دل میں ایمان ڈال دیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے

اپنے اسلام کا اظہار کیا...... اس کے ساتھ دوسری آسمانی افتاد ان پر یہ آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت اور برفانی ہوا ان پر مسلط کر دی...... اس پر مزید اپنے فرشتے بھیج دیے جو باطنی طور پر ان کے دلوں پر رعب طاری کر دیں۔‘‘(۵۰)

قرآن مجید نے کفار کی پسپائی کو اس طرح بیان کیا ہے:

﴿وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵﴾ (الاحزاب)

’’اور (ناکام) لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو درآں حال کہ اپنے غصے میں (پیچ و تاب کھا رہے) تھے‘ (اس لشکر کشی سے) انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور بچا لیا اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو جنگ سے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور‘ ہر چیز پر غالب ہے۔‘‘

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اس آیت کریمہ کے ضمن میں کفار کی پسپائی اس طرح بیان فرماتے ہیں:

’’الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد احزاب کے شرکاء ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ غصہ اور بغض و عناد سے بھرے ہوئے آئے تھے کہ مسلمانوں کو کچا ہی کھا جائیں گے‘ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے غصے کے ساتھ ہی ان کو پسپا کر دیا‘ وہ اس کا کوئی حصہ بھی نکال نہ سکے۔ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا یعنی ان کے منصوبے تو بڑے بڑے تھے‘ لیکن ان کے کسی منصوبے میں ان کو ذرا بھی کامیابی نہیں ہوئی۔‘‘(۵۱)

غزوۂ احزاب کے ان واقعات پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوہ معمولی نوعیت کا حامل نہیں تھا بلکہ اس سے مسلمانوں کی آزمائش کا حال معلوم ہونے کے ساتھ ساتھ اس دوران ہونے والے واقعات کے تسلسل اور فکری نتائج کا بھی پتا چلتا ہے۔

(۱) کفار نے مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ اس لیے قائم کیا کہ مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کو ختم کر دیا جائے۔ اس لشکر کا امیر ابوسفیان کو مقرر کیا گیا اور لشکر کا بڑا جھنڈا عثمان بن طلحہ کے سپرد کیا گیا۔ یہ عثمان وہی ہیں جن کے پاس بیت اللہ کی چابی تھی۔ بہرحال کفار کا یہ لشکر بڑے شان سے روانہ ہوا۔ دوسری طرف نبی کریم ﷺ بھی مشرکین کے اس عمل سے غافل نہیں تھے۔ چنانچہ آپؐ نے بھی بھرپور تیاریاں شروع کر دیں۔ پیر کرم شاہ الازہری کے مطابق نبی کریم ﷺ کو دشمنوں کے نقل و حمل کے بارے میں ان کے غلام تفصیلات مہیا کر رہے تھے(۵۲)۔ جبکہ مولانا مودودی کے مطابق تحریک اسلامی کے ہمدرد اور متاثرین جو تمام قبائل میں موجود تھے‘ وہ آپؐ کو دشمنوں کی حرکات و سکنات سے آگاہ کر رہے تھے۔(۵۳)

(۲) اس جنگ کا دوسرا مرحلہ جنگ کی حکمت عملی وضع کرنا تھا۔ اس کے لیے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی مشاورتی کمیٹی طلب کی اور ان کے سامنے سارا معاملہ رکھا۔ اس پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا‘ جسے تمام صحابہؓ نے کثرتِ رائے سے قبول کر لیا۔ مولانا مودودی کے مطابق یہ خندق چھ دن میں تیار ہو گئی اور تین ہزار فوج اس خندق کی پشت پر جنگ کے لیے تیار ہو گئی۔(۵۴)

(۳) مشرکین کو جب اس خندق سے واسطہ پڑا تو وہ متعجب ہوئے‘ کیونکہ وہ اس جنگی طریقے سے واقف نہیں تھے اور یہ صورتِ حال ان کے لیے قطعی اجنبی تھی۔ مولانا مودودی کے مطابق اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں

سردی کے موسم میں طویل مدت تک محاصرہ کے لیے صبر آزما انتظار کرنا پڑا جس کے لیے وہ گھر سے تیار ہو کر نہ آئے تھے۔(۵۵)

(۴) خندق کی کھدائی کے دوران جب وہ چٹان والا واقعہ پیش آیا تو اس موقع پر نبی کریم ﷺ کا عملی کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے اس چٹان کو پاش پاش کر دیا اور مسلمانوں کو عالمی فتوحات کی بشارت بھی دی۔ پیر کرم شاہ الازہری کے مطابق یہ بشارتیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مکمل ہوئیں (۵۶) اور ان کے دور میں روم و فارس فتح ہوئے۔

(۵) اس نازک موقع پر جب کہ مسلمانوں کو باہمی اتحاد اور یکجہتی کی سخت ضرورت تھی، منافقین کے گروہ نے اپنا منفی کردار ادا کیا اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ منافقین کے اس کردار پر ویسے تو تمام مفسرین نے خامہ فرسائی کی ہے، تاہم اس موضوع پر سب سے زیادہ تفصیل سے مفسر تدبر قرآن یعنی مولانا امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے اور بڑی جامعیت سے اس کا جائزہ لیا ہے۔

(۶) اصحابِ احزاب کو جب غیر متوقع طور پر خندق سے واسطہ پڑا تو وہ ششدر رہ گئے۔ چنانچہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کے مصداق انہوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مولانا اصلاحی کے مطابق یہ محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا۔(۵۷) اس دوران تیراندازی کے اکا دکا واقعات تو ہوئے تاہم کفار کو اس سے اتنا اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں کی مورچہ بندی بہت مضبوط ہے اور وہ پوری حکمت عملی سے چل رہے ہیں۔

(۷) اس دوران ایک اور بڑا اہم واقعہ پیش آیا۔ بنو قریظہ جو ایک یہود قبیلہ تھا اور مسلمانوں کا حلیف تھا، اسے کسی طرح کفار اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی اس بغاوت کا جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے صورتِ احوال جاننے کے لیے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو چند دیگر صحابہ کے ساتھ ان کی طرف بھیجا اور اس کی تاکید فرما دی کہ اگر وہ باز نہ آئیں تو مجھے محض آنکھ سے اشارہ کر دینا اور لشکر کو اس کی اطلاع نہ دینا، مبادا کہ ان میں مایوسی پھیل جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے بنو قریظہ کو بغاوت پر آمادہ پایا اور واپس آکر نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع بھی دی۔ ہمارے منتخب مفسرین نے اس واقعہ کو نبی کریم ﷺ کی حکمت عملی کا عمدہ نمونہ قرار دیا ہے۔

(۸) اصحابِ احزاب اس طویل محاصرہ سے تنگ آگئے تھے اور مسلمانوں سے دو بدو جنگ کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے یکبارگی حملہ کرنے کی بھی کوشش کی اور مسلمانوں کو جنگ کے لیے للکارا بھی، لیکن مسلمان نبی کریم ﷺ کے حکم پر چلتے ہوئے کسی قسم کی جذباتیت کا شکار نہیں ہوئے۔ اس موقع پر کفار کا مشہور بہادر عبدوُدّ جو ہزار مردوں پر بھاری مانا جاتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔

(۹) جب محاصرہ طویل ہوتا گیا تو نبی کریم ﷺ نے کفار میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بنو غطفان کو صلح کی پیشکش کی اور انہیں مدینہ کی فصل کا ایک ثلث دینے پر معاہدہ کرنا چاہا۔ اس سارے معاملہ میں دراصل نبی کریم ﷺ مسلمانوں کو کفار سے پہنچنے والے زیادہ سے زیادہ نقصان کو کم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ نے اس بابت صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو ان کا جواب یہ تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر یہ آپ کا حکم ہے تو

سر آنکھوں پر لیکن اگر آپ ہمیں بچانے کے لیے ایسا کر رہے ہیں تو ہم ان سے جنگ کریں گے اور انہیں ایک دانہ بھی خراج نہ دیں گے۔ مفتی محمد شفیع کے مطابق انصار کی طرف سے یہ جواب حضرت سعد بن معاذؓ نے دیا تھا۔ (۵۸) چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔

(۱۰) حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کہ اس غزوہ کے دوران مسلمان ہوئے تھے' انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میں ابھی ابھی مسلمان ہوا ہوں۔ اگر دین اسلام کے کسی کام آسکوں تو بتائیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے انہیں اس کام کے لیے تیار کیا کہ وہ کفار میں پھوٹ ڈلوائیں۔ چنانچہ حضرت نعیمؓ نے اپنی حکمت عملی سے کفار میں پھوٹ ڈلوا دی۔

غزوۂ احزاب کے اسباب و عوامل

ویسے تو غزوۂ احزاب کے بہت سے اسباب و عوامل ہیں' تاہم ان میں سے چند اسباب پر ہم روشنی ڈالتے ہیں:

۱) مشرکین کو غزوۂ اُحد کی غلطی کا احساس: غزوۂ اُحد میں مسلمان بظاہر شکست کھا گئے تھے لیکن یہ فتح مشرکین کے سردار ابوسفیان کے لیے اتنی غیر متوقع اور غیر یقینی تھی کہ وہ مسلمانوں کی مکمل بیخ کنی کرنے کی بجائے انتہائی عجلت میں وہیں سے فتح کے شادیانے بجاتا ہوا رخصت ہوا۔ لیکن بعد میں اسے احساس ہوا کہ اس نے جنگی نقطہ نگاہ سے بہت بڑی غلطی کی۔ مسعود مفتی اس حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ:

> ''قریش اور ان کے حلیف کے مدینہ سے دور نکلتے ہی مسلمان اپنے گھروں میں آ گئے اور جلد ہی انہوں نے اپنا کھویا ہوا وقار نہ صرف حاصل کر لیا بلکہ اپنے اثرات مشرق میں نجد تک جس میں بئر معونہ اور ذات الرقاع شامل ہیں اور شمال میں دومتہ الجندل کے قریب تک پھیلا دیے۔''(۵۹)

اُحد کا واقعہ ایسا تھا کہ اگر ابوسفیان جلد بازی میں واپس جانے کا فیصلہ نہ کرتا تو شاید تاریخ کا رخ کچھ اور ہوتا۔ اس حوالہ سے مولانا مودودی رقمطراز ہیں کہ:

> ''حضور ﷺ نے اسلام کے فدائیوں کو پکارا کہ لشکر کفار کے تعاقب میں چلنا ہے تا کہ وہ کہیں راستے سے پلٹ کر پھر مدینہ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔''(۶۰)

مولانا کے نزدیک یہ لوگ فی الواقع اپنی غلطی کو محسوس کر کے پھر پلٹ آنا چاہتے تھے' لیکن یہ سن کر ان کی ہمت ٹوٹ گئی کہ رسول اللہ ﷺ ایک لشکر لیے ہوئے ان کے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں (۶۱) چنانچہ انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان پہلے سے بھی زیادہ منظم ہو گئے۔

۲) یہود کی ریشہ دوانیاں: غزوۂ احزاب کا ایک سبب یہود بنی نضیر کی ریشہ دوانیاں اور اس کے نتیجہ میں ان کی جلاوطنی بھی تھی۔ ماہ ربیع الاول ۴ھ کو رسول اللہ ﷺ اپنے دس' بارہ اصحاب کے ساتھ بنی نضیر کے محلّہ میں تشریف لے گئے' جہاں یہود نے آپس میں گفت و شنید کے دوران منصوبہ بنایا کہ نبی کریم ﷺ کو نعوذ باللہ شہید کر دیا جائے۔ تائید غیبی سے آپ کو اس کا پتا چل گیا اور آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔ بعد میں ثابت ہو گیا کہ واقعی یہود نے یہ سازش کی تھی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے یہود کی عہد شکنی کی وجہ سے مندرجہ ذیل فرمان جاری کیا:

''تم ہمارے شہر (مدینہ) سے خارج ہو جاؤ۔ تم نے مجھ (آنحضرت ﷺ) سے غداری کا ارادہ کر کے وہ

معاہدہ خود توڑ دیا جو ہمارے مابین تھا۔ میں تمہیں دس روز کی مہلت دیتا ہوں اور مدت کے گزرنے کے بعد تمہارا جو آدمی یہاں دیکھا جائے گا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔‘‘(۶۲)

یہود کی ریشہ دوانیوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ یہ غزوہ دراصل عرب کے بہت سے قبائل کا ایک مشترک حملہ تھا جو مدینے کی اس طاقت کو کچل دینے کے لیے کیا گیا تھا۔ اس کی تحریک بنی نضیر کے ان لیڈروں نے کی تھی جو مدینے سے جلاوطن ہو کر خیبر میں مقیم ہو گئے تھے۔(۶۳)

۳) منافقین کا منفی کردار: غزوۂ احزاب کا ایک سبب منافقین کا کردار بھی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے یہود کو جلاوطنی کا حکم صادر فرمایا تو وہ بے بس اور مجبور ہو گئے۔ یہود کوچ کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول کا قاصد ان کے پاس آیا اور پیغام دیا کہ:

’’خبردار! جو تم نے جنبش کی‘ اپنی جگہ ڈٹے رہو۔ ہم محمد اور ان کے ساتھیوں کے خلاف تمہاری ہر طرح سے مدد کریں گے۔‘‘(۶۴)

مدینہ کے منافقین کی اقسام پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں کہ یہ امر یہاں ملحوظِ خاطر رہے کہ منافقین میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو محض ضعف عزم و ارادہ کے مریض تھے دوسرے وہ جو اسلام کے خلاف اپنے دلوں میں بغض و عناد رکھتے تھے...... جو لوگ ان دونوں گروہوں کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے وہ بعض مقامات میں قرآن کے الفاظ کا صحیح زور نہیں سمجھ سکتے۔(۶۵)

ان منافقین کے دلوں میں شروع دن سے اسلام کے خلاف نفرت اور بغاوت کا جذبہ موجود تھا‘ چنانچہ ان لوگوں نے کبھی بھی اسلام کا دل کھول کر ساتھ نہیں دیا۔ ان کے اس رویہ کی قرآن مجید نے بھی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢﴾﴾

’’اور اُس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور اس کے رسولؐ نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لیے۔‘‘

اس آیت کے حوالے سے مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ جب احزاب کے اجتماع کے وقت پریشانی ہوئی تو یہ لوگ کہنے لگے کہ حالت یہ ہے اور اس پر فتح روم و فارس کی بشارتیں سنا رہے ہیں۔ یہ محض دھوکہ ہے گویا وہ اس کو اللہ کا وعدہ نہ سمجھتے تھے اور نہ آپؐ کو رسول جانتے تھے۔(۶۶) پیر کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں کہ اس قسم کی ہرزہ سرائی میں بشیر بن معتب ایک منافق پیش پیش تھا۔(۶۷) مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ جو منافق اسلام کے خلاف بغض و عناد رکھنے والے تھے انہوں نے مسلمانوں کا حوصلہ پست کرنے کے لیے ان کے اندر یہ پھیلانا شروع کر دیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے جو وعدے کیے وہ سب محض فریب ثابت ہوئے۔(۶۸)

۴) مؤمنین کی آزمائش: غزوۂ احزاب کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات کا جائزہ لینا چاہتا تھا کہ مسلمانوں نے غزوۂ اُحد میں پسپائی سے کیا سبق حاصل کیے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ⑨ اِذْ جَاۗءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ
مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ⑩ هُنَالِكَ
ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ⑪﴾ (الاحزاب)

''اے ایمان والو! یاد کرو احسان اللہ کا جو اس نے تم پر کیا جب (حملہ آور ہو کر) آ گئے تھے تم پر (کفار کے) لشکر، پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے خوب دیکھ رہا تھا۔ جب انہوں نے ہلہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس موقع پر خوب آزما لیا گیا ایمان والوں کو اور وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔''

اس آیت کریمہ کے ضمن میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر مسلمانوں کا (پورا) پورا امتحان کیا گیا (جس میں وہ پورا اترے) اور (سخت) زلزلہ میں ڈالے گئے۔(۶۹) مولانا امین احسن اصلاحیؒ اس موقع پر اس تاثر کا رد کرتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر مسلمانوں میں سے چند ایک کے علاوہ کوئی ثابت قدم نہیں رہا۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ہم ان تفسیری روایات کو بالکل بے سروپا سمجھتے ہیں جن میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ العیاذ باللہ غزوۂ احزاب کے موقع پر ایک آدھ آدمیوں کے سوا اور کوئی شخص مسلمانوں میں عزم و ہمت رکھنے والا نہیں نکلا۔(۷۰) پیر کرم شاہ الازہریؒ کے مطابق آزمائش بڑی سخت تھی، ایک بھونچال تھا، ہر چیز تھر تھر کانپ رہی تھی، لیکن امتحان کی بھٹی سے مسلمان کندن بن کر نکل رہے تھے۔(۷۱) مولانا مودودیؒ نے بھی یہ بات واضح کی ہے کہ غزوۂ اُحد کی پسپائی کے بعد مسلمانوں میں یہ جذبہ کارفرما تھا کہ اگر دوبارہ ان کی آزمائش کی گئی تو وہ اس پر ثابت قدم رہیں گے اور احد کے واقعہ کی تلافی کریں گے۔(۷۲)

غزوۂ احزاب کے اسباب و عوامل پر غور کرنے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غزوۂ احزاب کسی وقتی یا ہنگامی صورتِ حال میں پیش نہیں آیا بلکہ اس کے پس پشت بہت سے اہم اسباب و عوامل موجود تھے، جن میں سے چند ایک کا ہم نے تذکرہ کیا ہے۔ ان اسباب و عوامل سے مندرجہ ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

(۱) غزوۂ اُحد کے بعد مشرکین مکہ کے تجارتی قافلوں کے لیے آزادانہ تجارت کا راستہ بند کر دیا گیا۔ اس معاشی ناکہ بندی نے مشرکین کو یہ سوچنے پر آمادہ کیا کہ اگرچہ احد کے موقع پر مسلمانوں کا مکمل خاتمہ نہ کرنا ہماری فوجی غلطی تھی، لیکن اب اگر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور ان کے تجارتی قافلوں کو روکا جاتا رہا تو ان کی اجارہ داری اور سرمایہ داری کو ٹھیس پہنچے گی۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف حتمی جنگ کا پلان بنایا۔ لیکن گزشتہ غزوات کی وجہ سے انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ مسلمانوں کی اس ابھرتی ہوئی طاقت کو ختم کرنا محض قریش مکہ کے لیے ممکن نہیں تھا۔ اس لیے اجتماعی مفادات کے تحفظ کے لیے ایک اجتماعی فوج کی لشکر کشی کو ضروری سمجھا گیا اور اس کے نتیجے میں غزوۂ اَحزاب وجود میں آیا۔

(۲) مدینہ میں یہود کے جو عرب قبائل موجود تھے انہیں اپنے منفی رویے اور عہد شکنی کی وجہ سے جلاوطنی کی صعوبت

برداشت کرنی پڑی۔ ظاہری بات ہے کہ اپنے آبائی علاقے سے نکلنا بہت مشکل مرحلہ ہے۔ ان یہود قبائل نے اپنے رویہ پر پشیمان ہونے کی بجائے منفی رویہ اپناتے ہوئے غزوۂ اَحزاب میں بھرپور شرکت کی اور اسلام کو ختم کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔

(۳) منافقین جو ہمیشہ سے اپنے دوہرے رویہ کی وجہ سے اسلام کو نقصان پہنچا رہے تھے' وہ بھی اپنے دوطرفہ رویہ کی وجہ سے غزوۂ اَحزاب کا ایک سبب بنے۔ چنانچہ ان لوگوں نے پس پردہ مشرکین عرب اور یہود قبائل کے ساتھ ہمدردی کے جذبات رکھتے ہوئے ان کا غائبانہ ساتھ دیا۔ اور مشکل وقت میں نہ صرف مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا بلکہ ان کی حوصلہ شکنی میں بھی پیش پیش رہے۔

(۴) مسلمان جو غزوۂ اُحد کی پسپائی کے بعد اس بات کی خواہش رکھتے تھے کہ وہ موقع ملنے پر اس واقعے کی تلافی کر دیں' انہیں غزوۂ اَحزاب کی شکل میں اس بات کا موقع فراہم کیا گیا کہ وہ اس آزمائش میں کس طرح اسلام کی حفاظت کرتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی استقامت اور جفاکشی نے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان ان کٹھن حالات میں نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ ہر اندرونی اور بیرونی سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

غزوۂ احزاب کے نتائج و اثرات

غزوۂ احزاب اپنی سیاسی اور معاشرتی اہمیت کے حوالہ سے جس طرح ہمہ گیریت اور وسعت کا حامل تھا اسی طرح اس کے نتائج اور اثرات بھی بڑے دور رس اور گہرے برآمد ہوئے۔ مسلمان جو غزوۂ احد کی پسپائی کے بعد اپنی اجتماعیت اور فکر کو مجتمع کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور یثرب میں اپنے حلیف قبائل اور منافقین کی سازشوں اور اسلام دشمن اقدامات کا سامنا کر رہے تھے' ان کے لیے احزاب کا واقعہ کوئی معمولی حیثیت کا حامل نہیں تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کی اس نازک کیفیت کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝١٠ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝١١﴾

''جب انہوں نے ہلہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگ گئے۔ اس موقع پر خوب آزما لیا گیا ایمان والوں کو اور وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔''

اس آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کی کیا کیفیت تھی اور وہ کس قسم کی مشکلات کا شکار تھے۔ تاہم مسلمانوں نے اللہ کی نصرت' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اولوالعزمی سے اس جنگ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ ذیل میں ان اثرات و نتائج کا منتخب مفسرین کی آراء کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔

۱) کفار کی بالادستی کا خاتمہ: کفار کا لشکر جرار جب مکہ سے چلا تھا تو ان کا خیال تھا کہ ہم جاتے ہی مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے اور مدینہ پر قبضہ کر کے واپس آئیں گے' لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جب نصرتِ الٰہی نے مسلمانوں کی ہمت و حوصلہ کی مدد کی تو کفار کو ناکام ہو کر بدحواسی کے عالم میں واپس آنا پڑا اور ان

کی بالادستی کا اس طرح خاتمہ ہوا۔ پھر ان کو مسلمانوں پر حملہ کی ہمت نہ ہوئی۔ اس کو مفتی محمد شفیعؒ صاحب نے یوں بیان کیا ہے کہ احزاب کے واپس جانے کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ ''اب وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے' بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے اور ان کے ملک پر چڑھائی کریں گے۔''(۷۳) مولانا مودودیؒ کفار کی بالادستی ختم ہونے کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ کفار کے سرداروں کے حوصلے اتنے پست ہوئے کہ ان کو راتوں رات میدان سے بھاگنے کی سوجھی اور اپنی ہمت و عزت کو مٹی میں ملاتے ہوئے بھاگ گئے۔ (۷۴) سید کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس لشکر کفار کو خائب و خاسر کیا اور اپنے رسول ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اس سے ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ کفار کے غبارے سے ہمیشہ کے لیے ہوا نکل گئی۔ پہلے وہ حملہ آور ہوتے تھے اور مسلمان صرف دفاعی جنگ لڑ رہے تھے۔ اب مسلمان آگے بڑھ کے حملہ کرنے کی پوزیشن میں ہو گئے اور کفار صرف دفاع میں۔ (۷۵) مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں کہ اس صورت حال نے دشمنوں پر مرعوبیت طاری کر دی اور ابوسفیان نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ کسی طرح اس آفت سے جان بچا کر گھر واپس ہو جائے۔ ان حالات سے اہل ایمان کی حوصلہ افزائی ہوئی اور ان کے دشمن مرعوب ہوتے چلے گئے۔ (۷۶)

۲) تمام عرب پر اسلام کی بالادستی: جب احزاب کو مدینہ سے نامراد و ناکام واپس لوٹنا پڑا تو اس کا علم تمام عرب کو ہو گیا' کیونکہ اکثر قبائل تو اس لشکر میں شامل تھے اور جو شریک نہیں تھے ان کو بھی علم ہو گیا کہ احزاب کا سردار ابوسفیان کس بزدلی سے میدان جنگ سے بھاگا ہے۔ اس سے تمام عرب میں خوف پیدا ہو گیا اور عرب پر مسلمانوں کی بالادستی چھا گئی۔ پیر کرم شاہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے اس روز اعلان فرمایا:

''آج کے بعد قریش تم پر لشکر کشی نہ کر سکیں گے اب تم ہی ان پر لشکر کشی کرو گے۔''(۷۷)

مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ یہ حالات کا بالکل صحیح اندازہ تھا۔ قریش ہی نہیں سارے دشمن قبائل متحد ہو کر اسلام کے خلاف اپنا آخری داؤ چل چکے تھے۔ (۷۸) اس حوالہ سے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ اس وجہ سے اس کے بندوں کو چاہیے کہ اس پر پورا بھروسہ رکھیں۔ اگر وہ اس کے بھروسہ پر اس کی راہ میں اٹھیں گے تو وہ ان کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا' بلکہ عناصر کائنات سے اور اپنے ملائکہ کو وہ ان کی مدد کے لیے بھیج دے گا۔ (۷۹)

۳) منافقین کی نشاندہی: قرآن مجید نے بھی اس کو اپنا موضوع بنایا ہے:

﴿وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫﴾

''اور جب کہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے' کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو بھی وعدے کیے وہ فریب نکلے۔''

مسعود مفتی لکھتے ہیں کہ منافقین نے اس موقع پر اپنی منافقت کا پردہ خود ہی چاک کر دیا۔ (۸۰) مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بعضے لوگ ان (منافقوں میں سے) نبی ﷺ سے اپنے گھر واپس جانے کی اجازت مانگتے تھے۔ کہتے تھے ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ (۸۱) اس حوالہ سے قرآن مجید میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬﴾

''اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی ان میں سے ایک جماعت: اے یثرب والو! تمہارے لیے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو) اور اجازت مانگنے لگا ان میں سے ایک گروہ نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ کر کہ (حضور) ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں' حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔ اس بہانہ سازی سے ان کا ارادہ محض (میدانِ جنگ سے) فرار تھا۔''

ان تمام شواہد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ منافقین کا یہ گروہ جو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے مسلمانوں میں منفی پروپیگنڈا کرنے میں پیش پیش تھا' اس غزوہ کے نتیجے میں کھل کر سامنے آ گیا۔

۴) مسلمانوں کی خفیہ ایجنسی کی بنیاد: غزوۂ خندق کے اثرات میں سے ایک اثر یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں نے اپنی خفیہ ایجنسی کی بنیاد رکھی' کیونکہ محاصرہ کی آخری رات نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی ہے جو کفار کا حال مجھے آ کر سنائے؟ پھر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا: تم جاؤ اور کفار کا حال لے آؤ۔ پیر کرم شاہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کے فرار کا آنکھوں دیکھا حال بارگاہ رسالت میں عرض کیا تو رحمت مجسم ﷺ خوشی سے ہنس پڑے' یہاں تک کہ حضور ﷺ کے دندانِ مبارک کی سپیدی ظاہر ہوگئی۔ (۸۲) مفتی محمد شفیع کے مطابق حضرت حذیفہ خفیہ طریقے سے اس لشکر میں گئے اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر یوں رسول کریم ﷺ کو سنایا:

''ابوسفیان نے جب یہ اطمینان کرلیا کہ مجمع اپنا ہی ہے' کوئی غیر نہیں' تو اس نے پریشان کن حالات' بنوقریظہ کی بدعہدی اور سامانِ جنگ ختم ہو جانے کے واقعات سنا کر کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ اب آپ سب واپس چلیں اور میں بھی واپس جا رہا ہوں۔ اسی وقت لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور سب واپس جانے لگے۔''(۸۳)

۵) مسلمانوں کی بہترین جنگی حکمت عملی: اس غزوہ میں مسلمانوں کی بہترین حکمت عملی بھی بہت کارگر ثابت ہوئی۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ قبل اس کے کہ یہ جم غفیر آپ ﷺ کے شہر پہنچتا' آپؐ نے چھ دن کے اندر مدینہ کے شمال مغربی رخ پر ایک خندق کھدوالی اور کوہ سلع کو پشت پر لے کر تین ہزار فوج کے ساتھ خندق کی پناہ میں مدافعت کے لیے تیار ہو گئے۔ (۸۴) مفتی محمد شفیع کے مطابق اہل ایمان کا صبر اور حلم کا جب امتحان مکمل ہوا تو اللہ تعالیٰ کی مدد مسلمانوں کے قریب آ گئی۔ (۸۵) نیز لشکر کفار کی صفوں میں بنوغطفان ایک بہت بڑی طاقت تھی' اس کا ایک سرکردہ آدمی چپکے سے مسلمان ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کفار میں پھوٹ ڈال دی۔ مسلمانوں کی جنگی تدبیر خندق کی وجہ سے اور مسلمانوں کے مدافعتی عمل سے کفار پہلے ہی پریشان تھے۔ چنانچہ یہ حکمت عملیاں کامیاب ہوئیں۔ (۸۶)

۶) یہودیوں کا استیصال: خندق سے پلٹ کر جب حضور ﷺ گھر پہنچے تو ظہر کے وقت جبریل علیہ السلام نے آ کر حکم سنایا کہ ابھی ہتھیار نہ کھولے جائیں' بنی قریظہ کا معاملہ باقی ہے' ان سے بھی اسی وقت نمٹ لینا چاہیے۔ یہ حکم پاتے ہی حضور ﷺ نے فوراً اعلان فرمایا کہ جو کوئی سمع وطاعت پر قائم ہو وہ عصر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھے جب تک دیارِ بنی قریظہ پر نہ پہنچ جائے۔ (۸۷)

مولانا امین احسن اصلاحی اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''یہ محاصرہ تقریباً ۲۵ دن جاری رہا۔ بالآخر انہوں نے مرعوب ہو کر حضرت سعد بن معاذ کو حکم مان لیا کہ وہ

جو فیصلہ کر دیں ان کو منظور ہوگا۔ حضرت سعدؓ نے فیصلہ کیا کہ ان کے تمام قابلِ جنگ افراد قتل کر دیے جائیں اور بقیہ کو لونڈی اور غلام بنا لیا جائے۔ اس فیصلہ کی فوراً تعمیل کی گئی۔‘‘(۸۸)

کفار کے اس استیصال کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾﴾

’’اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفار کی امداد کی تھی‘ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا‘ ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔‘‘

پیر کرم شاہ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ وہ محاصرے سے تنگ آ گئے اور کہا کہ ہمارے لیے کوئی فیصلہ کر دیں تو آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ کو حکم مقرر فرمایا۔ حضرت سعد نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کے بالغوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال اور جائیداد مہاجرین وانصار میں تقسیم کر دی جائیں۔(۸۹) مفتی محمد شفیع صاحب اس حوالہ سے فرماتے ہیں کہ (جبریل نے کہا) اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ حکم ہے کہ آپ بنوقریظہ پر حملہ کریں اور میں آپ سے آگے وہیں جا رہا ہوں۔(۹۰)

۷) فتوحات کا آغاز: اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ جاری ہوا۔ فتح خیبر ۷ ہجری‘ فتح مکہ اور غزوۂ طائف ۸ ہجری اور غزوۂ تبوک ۹ ہجری میں ہوئے‘ جن میں مسلمانوں نے کفار پر چڑھائی کی۔ اور غزوۂ خندق ہی کے دوران رسول اللہ ﷺ نے قیصر و کسریٰ فتح کی خبر دی تھی۔ پیر کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

’’اسی طرح نبی مکرم ﷺ نے اپنی ضربوں سے نہ صرف اس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا بلکہ دنیا کی دو بڑی عالمی طاقتوں روم اور ایران کے سنگین قلعوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔ اور ان ممالک کی فتح کی نوید بھی اپنے غلاموں کو سنا دی۔‘‘(۹۱)

۸) مشاورتی عمل کا ارتقاء: جب جنگ احزاب میں کفار کی چڑھائی کا علم ہوا تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے مشورہ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا۔ اس جنگ کی حکمت عملی کے لیے مختلف آراء پیش ہوئیں۔ آخر میں حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سب کو پسند آئی اور اس پر عمل کیا گیا۔ اس کو پیر کرم شاہ صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

’’حضرت سلمان (فارسیؓ) نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ملک فارس میں جب دشمن یوں حملہ کرنے کی نیت سے دھاوا بول دیتا تو ہم اپنے شہر کے ارد گرد خندق کھود کر اس کی پیش قدمی کو روک دیتے تھے۔‘‘(۹۲)

رسول اللہ ﷺ کو خبر مل گئی تھی کہ بنوغطفان نے احزاب میں شرکت اس شرط پر کی تھی کہ خیبر کے پھلوں کا آدھا حصہ وہ لیں گے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے بنوغطفان کو یہ پیغام بھجوایا کہ ہم مدینہ کے کھجوروں کا ثلث تمہیں دیں گے اگر تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ محاصرہ چھوڑ کر واپس چلے جاؤ۔ ان کے سردار اس بات پر راضی ہو چکے تھے لیکن آپ ﷺ نے پہلے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حسب عادت ارادہ کیا کہ صحابہ کرامؓ سے اس معاملے میں مشورہ لیں۔ قبیلہ اوس و خزرج کے دو بزرگ سعدین یعنی سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو بلا کر ان سے مشورہ لیا۔(۹۳)

۹) نصرتِ الٰہی پر مسلمانوں کا یقین: جب غزوۂ احزاب کا نتیجہ کفار کی ناکامی اور مسلمانوں کی فتح کی صورت میں

سامنے آیا تو مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا یقین ہوگیا۔ اس مضمون کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۙ﴾ ⑨

''اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب (حملہ آور ہو کر) آ گئے تھے تم پر (کفار کے) لشکر' پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہ سکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے اسے خوب دیکھ رہا تھا''

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار پر ہمیشہ کے لیے اسلام کا رعب طاری ہو گیا۔ غزوۂ احزاب کے بعد کفار کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں پر پھر حملہ کرتے۔ اب مسلمانوں میں یہ طاقت پیدا ہو گئی کہ انہوں نے کفار پر حملے کیے اور اسلام کی ملکی سرحدوں کو وسیع کر دیا۔

خلاصۂ بحث

غزوۂ احزاب سے مندرجہ ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

(۱) غزوۂ احزاب تاریخ اسلامی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس غزوہ کے بعد اسلامی تاریخ نے ایک نیا موڑ لیا۔ اب تک مسلمان دفاعی نقطہ نظر سے جنگیں لڑتے آئے تھے' لیکن غزوۂ خندق کے بعد مسلمانوں کے حوصلوں میں بہت اضافہ ہوا اور انہیں اقدامی جنگ لڑنے کا موقع فراہم ہوا۔

(۲) غزوۂ احزاب میں احزاب کی اتنی بڑی جمعیت کو شکست و ریخت سے دوچار کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ بھی غزوۂ احزاب کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ ﷺ جانتے تھے کہ اگرچہ کفار و مشرکین یہودیوں اور دیگر قبائل کے گٹھ جوڑ سے اتنی بڑی جمعیت اکٹھی کر کے لے آئے ہیں تاہم اتنی بڑی جمعیت میں نظم و نسق اور باہمی تعاون کا فقدان ہے اور اگر ان کو کچھ عرصہ تک ایک جگہ مایوسی کی حالت میں رہنا پڑا تو لازماً ان میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ان کا ٹڈی دل لشکر تتر بتر ہو جائے گا۔ بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ آپ ﷺ کی سوچ بالکل درست تھی۔

(۳) غزوۂ احزاب سے قبل مشرکین بلا شرکت غیرے عرب میں اپنی بالادستی قائم کیے ہوئے تھے' لیکن اس جنگ کے نتیجہ میں ان کی یہ بالادستی بڑی حد تک ختم ہو کر رہ گئی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اتنی بڑی جمعیت ہونے کے باوجود وہ اسلام کا قلع قمع نہیں کر پائے تو ان میں بددلی پھیل گئی۔ اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ صلح حدیبیہ کی شکل میں مشرکین نے اسلام کو قانونی حیثیت میں تسلیم بھی کر لیا اور اسے عرب میں بڑی طاقت کے طور پر پہچانا جانے لگا۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ ''اب قریش تم پر کبھی چڑھائی نہیں کر پائیں گے بلکہ اب تم ان پر چڑھائی کرو گے'' حالات کا بالکل درست اندازہ تھا اور آنے والے وقت نے اسے بالکل درست ثابت کر دیا۔

(۴) اس غزوہ کے نتیجہ میں منافقین بھی کھل کر سامنے آ گئے۔ غزوۂ اُحد میں بھی اسلام کو ان منافقین کے طرزِ عمل کی وجہ سے بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تھا' لیکن نبی کریم ﷺ نے بعض مصلحتوں کے پیشِ نظر ان کی

تادیب نہیں فرمائی۔ تاہم اس موقع پر ان کا پردہ چاک ہو گیا اور قرآن نے بڑی صراحت سے ان پر تبصرہ کیا اور ان کے منفی طرزِ عمل کو کھول کر رکھ دیا۔ اس طرح مسلمانوں نے انہیں پہچانا اور آئندہ ان سے بچنے کی تدابیر بھی کیں، جس سے مسلمانوں کو کسی بڑی ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور ان کا زور ٹوٹ گیا۔

(۵) اس غزوہ میں مسلمانوں کی خفیہ ایجنسی کی بنیاد پڑی اور حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے تن تنہا خفیہ جاسوس کا کردار ادا کیا اور مشرکین کے لشکر میں پھوٹ ڈلوانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے اسلام میں خفیہ جاسوسی کے جواز کا پتا چلتا ہے۔ بعد میں یہ محکمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت وسعت اختیار کر گیا اور اس نے اسلامی جنگوں میں بڑا مثبت کردار ادا کیا۔

(۶) غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کی بہترین جنگی حکمت عملی کا بھی پتا چلتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کم تعداد ہونے کے باوجود دشمن کی کثیر تعداد کو اپنی بہترین حکمتِ عملی کی وجہ سے شکست سے دوچار کیا۔ خندق کی کھدائی اور اسی طرح ایک جمِ غفیر کو ایک ماہ تک روکے رکھنا اور پھر اس لشکر کا تتر بتر ہو جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ یہ سب مسلمانوں کی مجموعی کوششوں اور حکمت عملی سے ہی ممکن ہوا۔

(۷) غزوۂ احزاب کے نتیجہ میں یہودیوں کے استیصال کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر تو اس جنگ سے قبل ہی جلاوطن ہو چکے تھے، لیکن بنو قریظہ بھی اپنی بدعہدی کی وجہ سے رسوا ہوئے اور انہیں بھی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر بہت جلد خیبر سے بھی یہود کا اخراج ہوا۔

(۸) غزوۂ احزاب میں خندق کی کھدائی کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روم و فارس کی فتح کی بشارت دی تھی۔ اگرچہ غزوۂ احزاب کے معروضی حالات میں یہ بشارت بڑی عجیب محسوس ہوئی اور منافقین نے اس پر منفی پروپیگنڈا کا اظہار بھی کیا، تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت بالکل درست تھی اور اس غزوہ کے بعد مسلمانوں کی نا ختم ہونے والی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے دور میں روم و فارس فتح ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات بالکل درست ثابت ہوئی۔ دراصل مسلمانوں میں فتوحات کی اسپرٹ غزوۂ احزاب کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھی اور اسی نے انہیں حوصلہ دیا تھا۔

(۹) غزوۂ احزاب سے ایک اور چیز جو کھل کر سامنے آتی ہے، وہ مسلمانوں کا باہمی مشاورتی عمل ہے۔ اگرچہ غزوۂ احد میں بھی مشاورتی عمل ہوا تھا مگر اس موقع پر منافقین نے بڑا منفی رویہ اختیار کیا۔ تاہم غزوۂ احزاب میں خندق کی کھدائی سے لے کر بنو غطفان سے صلح تک کے واقعات میں باہمی مشاورت کا عنصر بڑا گہرا نظر آتا ہے۔ اس مشاورتی عمل نے مسلمانوں کو فتوحات کی راہ پر ڈال دیا اور اسی باہمی مشاورت و تعاون کے نتیجہ میں وہ دیکھتے ہی دیکھتے آدھی دنیا کے فاتح بن گئے۔

(۱۰) اگرچہ اللہ کی نصرت پر مسلمانوں کو شروع دن سے بھروسہ تھا، لیکن اس غزوہ کے موقع پر منافقین نے مسلمانوں کو ہراساں کرنے اور ان میں بد دلی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مگر اس غزوہ میں فتح حاصل ہونے کے بعد مسلمانوں میں نصرتِ الٰہی کا اعتقاد پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔ اسی بنا پر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے لڑے اور اللہ کے راستے میں جان دینے کے جذبات نے فروغ پایا۔

حوالہ جات

(۱) مصباح اللغات' ص ۱۵۰
(۲) نور اللغات' ج ۲' ص ۱۲۶۳
(۳) فی ظلال القرآن' ج ۷' ص ۵۲۸
(۴) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۴
(۵) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۱۹۳
(۶) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۱۷
(۷) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۰۰
(۸) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۴
(۹) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۱۹۳
(۱۰) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۱۷
(۱۱) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۰۰
(۱۲) ایضاً
(۱۳) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۱۸
(۱۴) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۸
(۱۵) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۰۱
(۱۶) مفتی مسعود' غزوات النبی' ص ۳۶
(۱۷) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۱۸
(۱۸) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۸
(۱۹) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۰۲
(۲۰) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۱۸
(۲۱) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۸
(۲۲) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۰۲
(۲۳) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۱۹
(۲۴) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۰۵
(۲۵) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۰
(۲۶) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۰۷
(۲۷) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۲۰۰
(۲۸) ایضاً
(۲۹) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۸
(۳۰) معارف القرآن' ج ۷' ص ۸۹
(۳۱) ایضاً
(۳۲) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۷۷
(۳۳) غزوات النبی ﷺ' ص ۴۶
(۳۴) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۱۹۳
(۳۵) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۱
(۳۶) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۸
(۳۷) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۲
(۳۸) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۰۸
(۳۹) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۶۰
(۴۰) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۲۱۲
(۴۱) غزوات النبی ﷺ' ص ۵۸
(۴۲) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۱
(۴۳) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۱۲
(۴۴) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۱۰
(۴۵) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۶۰
(۴۶) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۳
(۴۷) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۶۱
(۴۸) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۵
(۴۹) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۲۶
(۵۰) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۱۲۔۱۱۴
(۵۱) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۲۱۱
(۵۲) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۵
(۵۳) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۸
(۵۴) ایضاً
(۵۵) ایضاً
(۵۶) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۰
(۵۷) تدبر قرآن' ج ۴' ص ۵۵
(۵۸) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۱۰
(۵۹) غزوات النبی ﷺ' ص ۲۴۰
(۶۰) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۵
(۶۱) ایضاً
(۶۲) غزوات النبی ﷺ' ص ۲۱
(۶۳) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۸
(۶۴) غزوات النبی ﷺ' ص ۲۲
(۶۵) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۲۰۱
(۶۶) معارف القرآن' ج ۷' ص ۹۵
(۶۷) ضیاء القرآن ج ۴' ص ۲۷
(۶۸) تدبر قرآن' ج ۴' ص ۲۰۰
(۶۹) معارف القرآن' ج ۷' ص ۹۴
(۷۰) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۲۰۰
(۷۱) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۷
(۷۲) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۷۸
(۷۳) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۱۶
(۷۴) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۶۲
(۷۵) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۷
(۷۶) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۱۹۹
(۷۷) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۷
(۷۸) تفہیم القرآن' ج ۴ ص ۶۲
(۷۹) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۲۱
(۸۰) غزوات النبی ﷺ' ص ۵۵
(۸۱) معارف القرآن' ج ۷' ص ۹۵
(۸۲) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۵
(۸۳) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۱۶
(۸۴) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۵۸
(۸۵) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۲۴
(۸۶) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۱۴
(۸۷) تفہیم القرآن' ج ۴' ص ۶۲
(۸۸) تدبر قرآن' ج ۶' ص ۲۱۲
(۸۹) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۴۰
(۹۰) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۱۶
(۹۱) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۱۹
(۹۲) ضیاء القرآن' ج ۴' ص ۱۸
(۹۳) معارف القرآن' ج ۷' ص ۱۱۰